Oriental College Magazine, Vol.99, No. 04, Serial No. 374, 2024

فن وہنر شعر ناصر علی سرہندی

عطیہ حیدر، پی ایچ ڈی
اسسٹنٹ پروفیسر فارسی
کنیئرڈ کالج برائے خواتین، لاہور

THE POETIC TECHNIQUES AND ARTISTIC CHARACTERISTICS OF NASIR ALI SARHINDI

Atiya Haider, PhD
Assistant Professor of Persian
Department of Persian, Kinnaird College(W), Lahore

Abstract

Nasir Ali Sarhindi was a distinguished and renowned Persian Speaking poet from the 11th century AH, during the reign of Mughal Emperor Aurangzeb Alamgir, in Sub continent. This era witnessed the zenith of the Subk-e-Hindi, of Persian poetry, celebrated for its elegance and the impressive intellectual and technical abilities of its poets. Nasir Ali was among the later poets who enhanced his work with the defining characteristics of the Subk-e-Hindi, which included creativity in subject matter, imaginative expression, subtlety of thought, idealization, exaggeration, and philosophical reflection. He adeptly and artistically conveyed his thoughts and ideas through Subk-e-Hindi. This article, examines the notable technical aspects and Artistic characteristics of Nasir Ali Sarhindi's poetry.

Keywords:
Biography, Works, Technical and Artistic Characteristics, Subject Matter Creation, Precision, Imagination.

برصغیر پاکستان و ہند کی سرزمین میں ہر دور میں عظیم اور نامور فارسی شعراء اور ادباء نے فارسی زبان و ادب کی خدمت میں نام کمایا۔ ان صاحبانِ ہنر و کمال کا تعلق برصغیر پاکستان و ہند کی وسیع و عریض سرزمین کے مختلف خطوں اور علاقوں سے تھا۔ انہی میں سے ایک شہر سرہند بھی ہے۔ سرہند برصغیر پاکستان و ہند کا قدیم اور معروف شہر ہے جو ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔ اپنی غیر معمولی سیاسی اور تاریخی اہمیت کے ساتھ اس شہر نے بہت معروف شعرا، ادبا، علما، سیاسی شخصیات اور صوفیا کی بھی پرورش کی ہے۔ جن میں سے ایک گیارہویں صدی ہجری سے تعلق رکھنے والے سبک ہندی کے نامدار شاعر ناصر علی سرہندی ہیں۔ ناصر علی اپنے زمانے میں رائج تمام آرائشی صناعات، جو کہ سبک ہندی کا خاصہ ہیں، انھیں اپنی شعری اصناف میں بروئے کار لائے۔ سبک ہندی کی تمام نمایاں خصوصیات ان کے کلام میں اپنی انتہا اور عروج پر دکھائی دیتی ہیں۔ ان کے کلام و سخن کی انہی فنی اور ہنری خصائص کی بدولت انہیں مولف کلمات الشعراء، نے ''آبروی ہندوستان'' کے لقب سے نوازا ہے۔(۱)

ناصر علی کے کلام کی نمایاں فنی خصوصیات کو بیان کرنے سے پہلے ان کے حالاتِ زندگی اور آثار کا یہاں اجمالاً ذکر کیا جارہا ہے۔

ناصر علی سرہندی۱۰۴۸ھ۔ق میں سرہند میں پیدا ہوئے۔(۲) شیخ ناصر علی کے والد کا نام رجب علی ہے اور صایبای ثانی ان کا لقب ہے۔(۳) ان کے والد بھی شاعری کیا کرتے تھے اور ان کا تعلق سرہند کے سادات خانوادے سے تھا۔ محمد غوث خان بہادر نے انہیں سادات صحیح النسب قرار دیا ہے اور ناصر علی کا شعر گواہی کے طور پر پیش کیا ہے۔

گر از حسب بپرسی ما قنبریم قنبر
ور از نسب بپرسی ما آل مصطفیؐ ایم(۴)

ناصر علی نے اپنی ابتدائی تعلیمات سرہند سے حاصل کیں۔ تذکرہ کلمات الشعراء کے مصنف محمد افضل سرخوش ان کے بچپن کے نزدیکی دوستوں میں سے ہیں وہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''وہ میرے قدیم دوستوں میں سے تھے۔ ہم چھوٹی عمر سے ہی باہم مشق سخن کرتے تھے اور صحبت رکھتے تھے۔ یہ شعر ہمارے حسب حال ہے:
>
> طالع شہرت رسوایی مجنون بیش است
> ورنہ طشت من و او ھر دو ز یک بام افتاد''(۵)

ابتداء میں ناصر علی میرزا فقیر اللہ سیف خان کے دربار سے متصل ہوئے۔ وہ اورنگزیب کے درباری امراء میں سے اور مشہور دانشمند تھے۔(۶) جس وقت وہ میرزا فقیر اللہ مخاطب بہ سیف خان بدخشی

کے ہاں ملازم ہوئے تو وہ الٰہ آباد کے حاکم تھے۔ ناصر علی نے ان کے زمانے میں سیر وسیاحت کی۔ جب سیف خان فون ہو گئے تو ناصر علی سرہند واپس لوٹ آئے۔(۷)

ناصر علی نے شیخ معصومؒ سرہندی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے مرید ہو گئے اور سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ ہو گئے۔ وہ شیخ کے لیے دل میں بڑا احترام رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کی عقیدت میں شاعری بھی کی ہے۔(۸)

۱۱۰۱ھ میں ناصر علی عالمگیری لشکر میں چلے گئے اور ملازمت کے وقت بادشاہ سے مصافحہ کے لیے ہاتھ دراز کیا۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا اور کہا (یہ) صرف شاعر ہے آداب نہیں جانتا۔ ناصر علی کو بھی غصہ آ گیا اور وہ واپس لوٹ آیا۔ (۹) اس کے باوجود ناصر علی بادشاہ کا بڑا احترام کرتے تھے اور اپنی مثنوی میں اس کی توصیف بھی کی ہے۔(۱۰)

ناصر علی، امیر الامراء ذوالفقار خان بہادر جو کہ نواب اسد خان وزیر اعظم کے فرزند تھے، کی بھی ملازمت سے مشرف ہوئے۔ ملاقات کے روز ایک غزل کہی کہ جس کا مطلع یہ ہے:

ای شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار
نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار

امیر فیاض نے مطلع سن کر ایک ہاتھی اور تیس ہزار روپیہ انہیں انعام بخشا۔ انہوں نے اسی وقت تمام فقراء میں تقسیم کر دیا۔(۱۱) جب ناصر علی اس دن ہاتھی پر اپنے گھر پہنچے تو فیل بان نے ان سے کہا مجھے بھی ہدیہ مرحمت فرمائیے۔ ناصر علی نے کہا "تو یہ ہاتھی لے جا یہ تیرا ہدیہ ہے"۔(۱۲)

شہر جنجی میں، غضنفر خان جو کہ ذوالفقار علی خان کے دوستوں میں سے ایک تھے، انہوں نے ان کا استقبال کیا۔ وہ اس زمانے میں جنجی کے حکمران تھے۔ ناصر علی نے ان کی بھی مدح کہی۔(۱۳)

جب ذوالفقار خان (۱۱۰۳ھ) میں کرناٹک (دکن کے قریب جگہ) کو تسخیر کرنے کی طرف متوجہ ہوئے تو ناصر علی ان کے ساتھ کرناتک چلے گئے اور کچھ عرصہ اس کے نواح میں رہے اور شاہ حمید سے آشنا ہوئے اور ان کی مدح سرائی کی۔ یہ شاہ حمید جنجی میں ایک مجذوب تھے۔ ناصر علی کے مدوحین میں ایک شاہ عادل، فرزند خواجہ شاہ مخاطب بہ شریف خان بھی ہیں۔۔۔ کہتے ہیں کہ شاہ عادل نے ترک دنیا کر دی اور دولت فقر حاصل کی۔ ناصر علی نے ان کی مدح میں بھی قصیدہ کہا۔(۱۴)

آواخر زندگی میں ناصر علی کے مزاج پر دیوانگی کا غلبہ ہو گیا تھا۔ اکثر لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتے بلکہ گالیاں بھی دیتے تھے۔ آخری عمر میں ایک مجذوب کے اشارے پر انہوں نے دارالخلافہ میں

قطبیت کا دعویٰ بھی کیا۔(۱۵)

ناصر علی نے ۱۱۰۸ھ۔ق میں شاہ جہاں آباد میں وفات پائی۔ ان کو دہلی کے نزدیک حضرت نظام الدین اولیاء دہلویؒ کے مزار کے ساتھ دفن کیا گیا۔(۱۶)

ناصر علی کے چاپی اور غیر چاپی آثار ا۔ دیوان، ۲۔ مثنوی دفتر اول، ۳۔ مختصر مثنویاں(۳دفاتر)، ۴۔ متفرق اشعار کا ایک مجموعہ ''عین الحیوۃ'' کے نام سے اور ۵۔ بعض نثری تحریروں پر مشتمل ہیں۔

ناصر علی کے دیوان کو سرخوش نے مرتب کیا۔ جس میں غزلیں، قصیدے اور رباعیات شامل ہیں۔ ان کے دیوان اور مثنوی کے اشعار کی تعداد ۱۲ ہزار لکھی گئی ہے۔(۱۷)

ناصر علی کا دیوان ۱۸۶۴ عیسوی (۱۲۸۱ھ۔ق) میں لکھنؤ اور دوسری مرتبہ ۱۹۱۷ عیسوی میں کانپور میں چھپا۔(۱۸)

انتشار مکرر کے بعد، ڈاکٹر رشیدہ حسن ہاشمی نے ناصر علی کے دیوان کی تصحیح پر اپنا پی۔ ایچ ڈی کا مقالہ لکھا اور ۱۳۸۴ھ میں یہ تصحیح شدہ دیوانِ ناصر علی سرہندی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کے توسط سے چاپ کیا گیا۔ یہ دیوان غزلیات، قصاید اور رباعیات ناصر علی پر مشتمل ہے۔

غزل اور قصیدے کے علاوہ ایک منظومہ مثنوی کے نام سے دو دفاتر پر مشتمل ہے کہ جو ۱۱۰۰ق میں اورنگزیب عالمگیر کے نام لکھی گئی ہے۔

دلکش مثنوی ''محمود و ایاز'' از ملا زلائی کی تقلید میں کہی گئی ہے، جو بہت مقبول ہے۔ تذکرہ سرو آزاد میں مذکور ہے کہ اہل بغداد دونوں زبانیں عربی اور فارسی جانتے ہیں۔ وہاں کے صوفی محافل سماع میں عربی میں زیادہ تر ابن الفارض مصری کے اشعار اور فارسی میں اکثر ناصر علی سرہندی کی مثنوی پڑھتے ہیں۔(۱۹)

ناصر علی نے متعدد مثنویاں لکھی ہیں۔ ریو اور اتہ نے بھی مذہبی مثنویوں کے علاوہ ناصر علی کی زیادہ تعداد میں مثنویوں کا ذکر کیا ہے۔(۲۰)

ریاض الافکار، مجمع الانشاء، مرآۃ الخیال اور صحایف شرایف میں ناصر علی کے مکتوبات کی شکل میں ان کی نثر کا نمونہ ملا ہے۔

مرآۃ الخیال کے مصنف شیر خان لودی نے ناصر علی کے دو مکتوب شکر اللہ خان کے نام اور ان کے جواب کو نقل کیا ہے۔ مرآۃ الخیال میں شیر علی خان لودی کے خط کے جواب میں جو خط ناصر علی نے لکھا وہ بھی درج کیا گیا ہے۔(۲۱) ان خطوط کے نمونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ناصر علی نثر مرصع لکھتے تھے اور مربیوں، امراء، شرفاء اور سرپرستوں کے ساتھ ان کے پرخلوص اور اچھے مراسم تھے۔(۲۲)

ناصر علی کی شاعری ان کی انفرادی فنی اور ہنری خصوصیات سے بھرپور ہے۔ ناصر علی نے سبک ہندی کے اسلوب کو اپناتے ہوئے اس کے خصائص کو اپنے منفرد اور نادر انداز میں پیش کیا ہے۔ جس سے ان کے کلام کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ ناصر علی کی شاعری کی نمایاں فنی وہنری خصوصیات درج ذیل ہیں۔

ا۔ مضمون آفرینی: مضمون آفرینی کو اگر ناصر علی سرہندی کے کلام کی سب سے بڑی اور اہم خصوصیت شمار کیا جائے تو بے جا نہ ہو گا اور حقیقت یہ ہے کہ ناصر علی کے کلام باقی تمام خصائص اسی خصوصیت مضمون آفرینی سے مربوط و متعلق ہیں اور اسی کی وضاحت کرتے ہیں۔ جیسے مبالغہ آرائی، تمثیل نگاری، دقت پسندی، حسن تعلیل، مثالیہ وغیرہ اسی کے سلسلے کی کڑیاں ہیں اور اسی خصوصیت کے زیرِ اثر قائم ہیں۔

مولانا شبلی شعر العجم میں خیال بندی اور مضمون آفرینی کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "یہ وصف تمام متاخرین میں ہے لیکن اس طرز خاص کا نمایاں کرنے والا جلال اسیر ہے جو شاہجہان کا ہم عصر ہے۔ شوکت بخاری، قاسم دیوانہ وغیرہ نے اس کو زیادہ ترقی دی اور ہمارے ہندوستان کے شاعر بیدل اور ناصر علی وغیرہ اسی گرداب کے تیراک ہیں"۔(۲۳)

ڈاکٹر سید عبداللہ اپنی کتاب فارسی زبان و ادب میں ناصر علی کے مقالے میں تحریر کرتے ہیں:

> "مضمون آفرینی ایسے مضامین کی تخلیق کا نام ہے جن کا مواد غیر حقیقی مفروضات اور موہومات کی دنیا سے حاصل کیا گیا ہو۔ مضمون آفرین شاعر وہ ہیں جن کی تصویریں اور علامتیں حقیقت سے باہر کی دنیا سے لائی گئی ہوتی ہیں یعنی وہ اشیاء جو ہماری دنیا میں موجود نہیں یا موجود تو ہیں مگر ان کے اوصاف و اثرات و اسباب جو شاعر پیش کرتا ہے۔ وہ حقیقی نہیں، خیالی، قیاسی یا فرضی ہوتے ہیں"۔(۲۴)

ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنی کتاب فارسی زبان و ادب میں ناصر علی کی مضمون آفرینی کا تجزیہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی اس کی حقیقی خصوصیت ہے۔ خیال آفرینی، نازک خیالی، معنی یابی، بلند خیالی اور معانی تازہ سب اسی ایک طرز کے مختلف نام ہیں۔ سید صاحب نے بتایا ہے کہ جب ناصر علی کے مضمون کو سمجھنے کے لیے دور کی مناسبتیں تلاش کرنا پڑتی ہیں تو اس کی شاعری چیستان بن جاتی ہے۔(۲۵)

مضمون آفرینی کے سلسلے میں غیر حقیقی مشابہتوں کو فرض کر لینا روز مرہ کا عمل ہے۔ ذیل کے شعر میں زانو اور صدف کی مشابہت پیش کی گئی ہے جو مضمون آفرینی کی عمدہ مثال ہے:

بسکہ غواصی دریای تفکر کردم
سر نہان شد چو گہر در صدف زانوھا(۲۶)

ذیل کے شعر میں فرضی مماثلت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

نیست ہرگز بی تکلف آشنا بی تاب شوق
سبحۂ ریگ روان را رشتہ ای درکار نیست(۲۷)

کشن چند اخلاص تذکرہ "ہمیشہ بہار" میں ناصر علی کی مضمون آفرینی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

""بخیال بندی و معنی آفرینی متجلی میان ناصر علی از اھل ھند ھمچو شاعر خوش لفظ و خوش خیال راحال بعرضہ ظہور نیامدہ۔ مردی بود بہ استغنا و علو ھمت موصوف و طایر خیالش در ھوای فصاحت بہ بلند پروازی معروف، اشعار آبدارش از آفتاب مشہور تر است"۔(۲۸)

اس شعر کی مضمون آفرینی ملاحظہ کیجئے:۔

رسد تا بر سر کوی تو قاصد پیر می گردد
سفید از دوری این راہ شد بال کبوترھا(۲۹)

ذیل کے شعر میں عشق کی اس خاصیت کو کہ چارہ و تدبیر سے تیز تر ہو جاتا ہے۔ اس طرح پیش کیا ہے۔

عشق تند از چارہ و تدبیر افزون تر شود
خار این ویرانہ چون نمناک شد نشتر شود(۳۰)

ذیل کے شعر میں کیا خوب مضمون آفرینی کی ہے:

محیط رحمت او دامن آلودہ می خواہد
گناہی را کہ از دستم نمی آمد قضا کردم(۳۱)

۲۔دقت پسندی: اس میں کوئی شک نہیں کہ دقت آفرینی ناصر علی کی شاعری کی اہم خصوصیت ہے۔ ان کی شاعری سے معانی آسانی سے نہیں سمجھے جاسکتے۔ ان کا تخیل پیچدار ہے اور استعارہ بعید از قیاس ہے۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا اس سلسلے میں تحریر کرتے ہیں:

"ویژگی اش در داشتن خیالات باریک و بسیار دقیق تر و دقت در یافتن مضمون ھای تازہ و دیریاب و داشتن زبان سادہ متمایل بہ زبان محاورہ است و دیوانش سیر تکاملی این گونہ شعر را، خاصہ در معنی ھای غنایی، تا ظہور عبد القادر بیدل بہ نیکی نشان می دھد"۔(۳۲)

ناصر علی کے کلام میں تخیل کے زور سے اشارات و کنایات اکثر بعید از کار اور غیر متناسب دکھائی دیتے ہیں جس کی بدولت دقت پسندی کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ انہیں خود بھی اس کا احساس ہے لہٰذا فرماتے ہیں۔

سیف خان ما را بدقت آفرینی شہرہ کرد
ورنہ عمری زیر لب خون شد علی افغانِ ما(۳۳)

ذیل کے شعر میں ناصر علی استعارہ بعید از کار کا استعمال کرتے ہوئے اپنی دقت پسندی کے بارے میں کچھ یوں کہتے ہیں:

محال است اینکہ معنی رم کند از شوخی لفظم
اگر عنقاست دارم از نفس زنجیر برپایش(۳۴)

مقبول بیگ بدخشانی ناصر علی کی دقت پسندی کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

"مضمون آفرینی جب دقت پسندی اور خیال بافی کی صورت اختیار کرتی ہے تو بسا اوقات ناصر علی کے خیال کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ استعارہ در استعارہ اور رمز و کنایہ کا مرحلہ طے کر کے جب اس کی تہ تک پہنچتے ہیں تو کوئی قابل قدر بات حاصل نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر ان کا صرف یہ ایک شعر دیکھیے:

ہلال یک شبہ را چون قرین بدر کشید
ہزار خوشۂ پروین ز آفتاب چکید"(۳۵)

شیخ احمد علی خان سندیلوی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"بعضی مردم کہ از کلامش بہ سبب دقت کہ پی بہ معنی نمی برند، تلذذ نمی یابند، خوش نیستند و کلمہ سست بر زبان می آرند۔ نمی دانند کہ معنی و صورت لفظ چون آب حیات در ظلماتِ پنہان است، آسان بہ دست نمی آید۔"(۳۶)

ذیل کے شعر میں دور از کار تشبیہ کو استعمال کرتے ہوئے ناصر علی نے اس شعر میں دقت آفرینی خلق کی ہے:

چو وحشی می رمد از کلبہ من نور کواکب ھا
چراغم دیدۂ آھو شد از تاریکی شب ھا(۳۷)

ذیل کا شعر دقت پسندی کی عمدہ مثال ہے:

دارم از کوکب بیداری دل آئینہ
نفسِ صبح بہ بیرحمی رنگ است اینجا(۳۸)

۳۔ مثالیہ نگاری: مثالیہ نگاری سبک ہندی کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک ہے۔ جس میں شعر کے ایک مصرع میں دعویٰ بیان کیا جاتا ہے اور اسی شعر کے اگلے مصرع میں مثال دے کر اس کی تصدیق بیان کر دی جاتی ہے۔ ناصر علی کے موضوعات پر نظر ڈالی جائے تو وہ زیادہ صوفیانہ ہیں اور اخلاقیات یعنی عاجزی وانکساری

،ترک و استغنا، تواضع، صلح و انسان دوستی اور توکل پر مبنی ہیں۔ ان موضوعات کو وہ مثالیہ نگاری کے ذریعے پیش کرتے ہیں جن میں کسی دعوے کی تائید میں کوئی بر محل مثال ہوتی ہے۔ مقبول بیگ بد خشانی لکھتے ہیں:

"صائب اور کلیم کی طرح ناصر علی نے بھی بعض مقامات پر مثالیہ اسلوب اختیار کیا ہے، یعنی شعر کے پہلے مصرعے میں ایک حقیقت بیان کی گئی ہے اور دوسرے میں کوئی نادر مثال لا کر اس کی تائید و تصدیق کر دی ہے۔ حکیمانہ اقوال فلسفیانہ افکار، زندگی اور مطالب تصوف کو بیان کرنے کے لیے یہ اسلوب موثر ثابت ہوتا ہے۔ ناصر علی کا مندرجہ ذیل شعر مثالیہ کا کتنا اچھا نمونہ ہے:

بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست
زرِ گم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا(۳۹)

درج ذیل شعر میں کچھ اس طرح مثال دی گئی ہے۔

محیط ہستیم ہر چند عزمم پست می دارد
فرو افتادہ ام چون قطرہ از بالا دویدن ھا(۴۰)

مندرجہ ذیل شعر میں ناصر علی نے بڑے پر لطف انداز میں عشق کے کٹھن مراحل کو اس مثال سے واضح کیا ہے:

ساز و برگ خرمی در سر زمین عشق نیست
از نم باران گرہ محکم شود بر دانہ ھا(۴۱)

ذیل کے شعر میں مثالیہ نگاری کو عمدہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے:

ارزش ارباب معنی نیست از نام پدر
بی نیاز از بحر گردد قطرہ تا گوہر شود(۴۲)

۴۔بلاغت: شعر العجم فی الہند میں مصنف شیخ اکرام الحق، ناصر علی کی بلاغت شعر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تصوف کے نکات کبھی کبھی ایسے سادہ اور بلیغ انداز میں بیان کئے گئے ہیں کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ مثلاً صوفیہ کے نزدیک مسئلہ آفرینش کا حل ذات حقیقی کی خواہش اظہار ہے۔ ناصر علی اسے اس طرح بیان کرتے ہیں:

ذرات جہان جلوۂ آیینۂ یار اند
یک صید بصد دام شکار است ببینید(۴۳)

اپنے اصل سے وصال کی آرزو کو انتہائی جذب و مستی کے عالم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

خاک گردیدیم و می رقصد ھنوز افغان ما
خم شکست اما نمی ریزد می جوشان ما (۴۴)

سراج الدین علی خان آرزو، ناصر علی کے اندازِ بیان کے متعلق رقمطراز ہیں:

"از کمال شہرت محتاج تعریف نیست در شعر طرز خاصی دارد۔ میرزا معز فطرت و سرخوش و دیگر اعزہ پیروی او دارند۔ اشعارش بسیار شوخ و شور انگیز و مضامین ابیات او پیچیدہ تر از زلف خوبان و نازک تر از کمر محبوبان است۔ گویا مخترع است درین فن۔" (۴۵)

ذیل کے شعر میں بلاغت ملاحظہ کیجیے جہاں دنیا کو الام کا مرقع کہتے ہوئے فرماتے ہیں:

خوش دلی ھرگز شراب شیشہ عالم نبود
ساغری زیر فلک جز حلقہ ماتم نبود (۴۶)

خود شناسی کے مسئلے کو سمجھاتے ہوئے ناصر علی کہتے ہیں:

گوہری چون خود شناسی نیست در بحر وجود
ما بہ گرد خویش می گردیم چون گرداب ھا (۴۷)

۵۔ مبالغہ آرائی: سبک ہندی کے شعراء کے کلام میں مبالغہ آرائی بھی اہم خصوصیت ہے اور ناصر علی کی شاعری میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

"بعض اوقات اثرات و نتائج میں ایسا مبالغہ کیا جاتا ہے جو مشاہدہ اور قیاس کے خلاف ہوتا ہے۔

زاہد از ابروی او حرفی بہ مسجد گفت و رفت
خانہ ھا ویران شد از پیشانی محراب ھا

محرابوں پر ابرو کے حسن کا اثر رشک انتاطاری ہو جانا کہ خانقاہیں ویران ہو جائیں، نہ دیکھا، نہ سنا اور نہ باور کیا جاسکتا ہے۔" (۴۸)

کبھی کبھی وہ کسی چیز کی حقیقی صفات میں اس حد تک مبالغہ اور غلو و اغراق کو بیان کرتے ہیں جو محال کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کبھی اشیاء و امور کی بنیادی حقیقت موجود ہوتی ہے مگر ان کے ظہور پذیر ہونے کے عوامل ناقابل یقین اور فرضی ہوتے ہیں۔ ذیل کے شعر میں مثال موجود ہے:

چو عیسیٰ زندہ از چنگ فلک جستم کہ روشن شد
شکست استخواںھای شہیدان است کوکبھا (۴۹)

ستارے شہیدوں کے استخوان ہائے شکستہ کے نشانات ہیں یہ بات تو فرضی ہے مگر بنیادی مشابہت کی موجودگی کی وجہ سے ہمارے احساس حقیقت و صداقت کی کچھ تسلی ہو جاتی ہے۔ آپ چاہیں تو اسے فریب

حقیقت کہہ لیں۔(۵۰) درج ذیل شعر بھی مبالغے کی ایک اور مثال ہے:

مطلب صاف دلان غیر هنر دیگر نیست
موج هر چشمه آیینه به جز جوهر نیست(۵۱)

شعر بالا میں آئینے کی شفاف سطح کو سرچشمہ فرض کر کے اس کے لیے موج کا ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

۶۔ تخیل: ادب میں تخیل کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور سبک ہندی کی شاعری میں تخیل پردازی کا ایک خاص مقام ہے۔ شیخ اکرام الحق لکھتے ہیں:

"ادب نام ہے ان تجربات بیان کا جو مشاہدہ اور تفکر یا تخیل کی رو سے حاصل ہوں اور تخیل اور تفکر کی مدد سے مشاہدہ کو رنگین اور روشن مفرح اور موثر صورت میں پیش کرتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ توازن برقرار رہے، وگرنہ تخیل مشاہدے سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور تفکر بیان کے اسلوب سے الجھ کر دور از کار اور بے کیف ہو جاتا ہے۔ ناصر علی کے ہاں خالص تخیل کی پرواز ہے۔"(۵۲)

علی ابراہیم خان خلیل بنارسی، ناصر علی کے تخیل کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

"الحق کہ شاعر والا دستگاہ و موجد طرز خاصست معنی تازہ و خیال نازک را در کسوت الفاظ شوختر از چشم غزال جلوہ می دہد۔ سحر کاری سخن در طلسم سازی خیال و جادو طرازی، بیان در شیوہ مقال او پیدا است۔"(۵۳)

ناصر علی نے ذیل کے شعر میں تصور محبوب میں شب بیداری کے عارفانہ شغل کو تخیل کی شعاع سے پر رنگ بنا دیا ہے۔

ندانم هر شب از شوق کدامین شورِ محشرها
نمک در پرده های خواب می ریزند اخترها(۵۴)

اسی طرح کا ایک خالص تخیل کا شعر ملاحظہ کیجیے:

گاه می آید به خواب من تماشا کرده ام
طرهٔ مشکین او آه سحرگاهِ من است(۵۵)

ناصر علی کے ہاں خالص تخیل کی مثالوں کے علاوہ ایسی تخیل کی مثالیں زیادہ ہیں جن میں تخیل اصطلاح اور الفاظ میں الجھ کر ایک پہیلی کی کیفیت میں سما جاتا ہے۔(۵۶)

عبدالرزاق خوافی نے بہارستانِ سخن میں اسی کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

"او در دار الملک بلند خیالی و نازک بندی کوس لمن الملکی نواخت۔۔۔ والحق صنعت خیال را بہ درجہ اعلیٰ صعود بخشید۔ در دقت معانی و تازگی مضامین، استاد والا دستگاھی است، ولی این بلند پروازیھا، خیال ناصر علی را گاہ در بیان معانی اش ناتوان و الفاظش رانا رسامی ساخت۔" (۵۷)

ذیل میں تخیل کا ایک عمدہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

آھی کہ شب بہ سینۂ حسرت شکستہ ایم
امروز در کمین گہ طرفِ کلاہ اوست (۵۸)

۷۔ تشخیص: صنعت تشخیص کو شاعران سبک ہندی نے اپنے کلام میں بکثرت استعمال کیا ہے۔ بے جان اور مجرد اشیاء، خیالات اور واہمات کو انسانی شخصیت عطا کر کے اپنے کلام کو رنگینی بخشی ہے۔

ناصر علی کی شاعری کے فنی خصائص میں سے ایک اہم صنعت تشخیص کا استعمال ہے۔ ناصر علی نے اس صنعت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی تخیلاتی صلاحیت کو رعنائی بخشی ہے اور اپنی مضمون آفرینی میں اس صنعت سے استفادہ کیا ہے۔ سید عبداللہ اس ضمن میں بیان کرتے ہیں:

"ناصر علی کی مضمون آفرینی مختلف صورتیں اختیار کرتی ہے۔ کبھی وہ مجردات کی تجسیم (Personification) کرتے ہیں۔ یعنی بے جان اشیاء کے اوصاف اس طرح بیان کرتے ہیں گویا وہ جاندار ہیں۔ انہیں ذی حیات فرض کر کرے (بطور شخص) پیش کیا جاتا ہے۔" (۵۹)

ذیل کے شعر میں تشخیص کی عمدہ مثال موجود ہے:

عشق در جوش آورد خون دل افسردہ را
شعلۂ جنبش می دھد نبض چراغ مردہ را (۶۰)

اس شعر میں چراغ کو ایک انسان سمجھ کر اس انسان کو نبض بھی عطا کی گئی ہے پھر اس کو مار بھی دیا ہے۔ (اگرچہ چراغ مردہ میں مردہ کے کنایی معنی بھی ہیں یعنی چراغ کا بجھنا)۔

درج ذیل شعر میں سخن اور قافیہ کی تشخیص استعمال کی گئی ہے:

سخن از حسرت انصاف جگر می خاید
گر نباشی تو علی قافیہ تنگ است اینجا (۶۱)

ذیل کے شعر میں پستہ کی تشخیص موجود ہے:

خندہ بر وضع جہان کردیم کس آگہ نشد
پستہ می داند رموز خندۂ آہستہ را (۶۲)

ان اشعار میں بھی صنعت تشخیص پائی جاتی ہے:

ھر ذرہ خاک بر سر کویش نشستہ است
ھر قطرہ اشک بر سر راھت دویدہ است(۶۳)

بہ چشم آن مہ خورشید تاب است
کہ چشم اختر از حسنش پر آب است(۶۴)

۸۔ جدت ادا: شاعران سبک ہندی نے اپنی شاعری میں نت نئی تراکیب اور اصطلاحات کا بھی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ سبک ہندی کے وہی شعراء مقبول و معروف ہوئے جنہوں نے جدت ادا کو اپنایا۔

ناصر علی کے اشعار میں تراکیب میں جدت بھی پائی جاتی ہے مثلاً "پریدن رنگ" عام محاورہ ہے لیکن "رمیدنِ رنگ" کو ناصر علی سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کیا ہے۔ یہ بالکل نئی ترکیب ہے اور اس میں استعارے کی بے اعتدالی بھی ظاہر ہے۔(۶۵)

رنگ گل ھای چمن بس کہ ز شوقت رم کرد
سبزہ ھا بال بیفشاند کہ طاووس نبود(۶۶)

ناصر علی نے اکثر کسی مستند واقعے سے توصیفی جملے خلق کیے ہیں۔ ایک مطلع ہے:

الٰہی شوخیٔ برق تجلی دہ زبانم را
قبول خاطر "موسیٰ کلامان" کن بیانم را(۶۷)

موسیٰ کلامان کی ترکیب ناصر علی کے سوا کسی اور نے غالباً نہیں استعمال کی۔ یہ حضرت موسیٰ کے واقعۂ طور سے اخذ کی گئی توصیفی ترکیب ہے۔

اسی طرح درج ذیل شعر میں "کافر جستنی" کی نئی ترکیب استعمال ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ نگاہ محبوب میں اس کی ادا کی طرح بے پناہ جھنڈ گی ہے۔ اگر دل اختیار میں ہو تو اس کے نشانہ کی فکر کی جا سکتی ہے۔(۶۸)

نگاھی چون خدنگ غمزہ کافر جستنی دارد
اگر دل آشنا باشد توان فکر نشان کردن(۶۹)

۹۔ تمثیل نگاری: ناصر علی کے کلام میں تمثیل نگاری بھی جلوہ فگن ہے۔ ان کی تمثیل نگاری کے متعلق ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا لکھتے ہیں:

"اگر چہ بیتھای پر معنی و متضمن مضمونھا و نکتہ ھای لطیف ھم در دیوانش کم نیست، و قدرتش در تمثیل نیز قابل توجھست۔" (۷۰)

ذیل کے اشعار میں ناصر علی کی تمثیل نگاری ملاحظہ فرمائیے:

بس کہ از ضبط فغان دل گرفتم راہ را
در گرہ بستم چو اخگر شعلہ ھای آہ را

صبح اقبال هما از استخوان طالع شود
نیست جز سختی نصیبی مردم آگاه را
عمرها شد آرزو مند عتاب قاتلم
ما به روی تیغ می بینیم دایم ماه را(۷۱)

آن شعلہ کہ یاقوت دلم را رنگ است
گوھر بہ محیط است و شرر در سنگ است(۷۲)

ڈاکٹر سید عبد اللہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

'ناصر علی کی وقعت (اگر کچھ ہے تو) ان کی تمثال آفرینی کے ایک خاص رنگ کی وجہ سے ہے اور انہیں خود بھی اس کا احساس ہے۔ ان کے کلام میں معشوق کی تصویر تو کہیں نہیں البتہ موہومات کی تصویریں (تمثالیں) بہت ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ناصر علی مضمون آفرین شاعر ہیں یعنی وہ محیر العقول، خلاف فطرت و مشاہدہ تصویریں (تمثالیں) بناتے ہیں اور معمولی اثرات و نتائج کے بجائے عقل سے بعید اثر اور نتیجے دکھاتے ہیں۔(۷۳)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"'ان کی تصویروں میں کبھی مماثلت بدرجۂ بعید ہوتی ہے:

سبزۂ وادیِ عشق تو کم از خنجر نیست

یہاں سبزہ و خنجر میں مماثلت من وجہ موجود ہے۔ بعض اوقات دو چیزیں ایسی لے آتے ہیں جن میں بذات خود کوئی مماثلت نہیں ہوتی مگر اوصاف و نتائج میں مماثلت ہوتی ہے۔"(۷۴)

ذیل کے اس شعر میں اوصاف و نتائج میں مماثلت موجود ہے۔

شکنِ بالِ کہن جوہر پروازِ من است
خامشیِ غنچۂ عنبر نفسِ رازِ من است(۷۵)

خلاصۂ کلام: خلاصۂ کلام یہ کہ ناصر علی سرہندی اہالیانِ ہند سے وہ صاحب کمال سخنور ہیں جن کا کلام بلند خیالی، معنی یابی، دقت پسندی، محاورے کی جدت اور مضامین تازہ کے اختراع کا حامل ہونے کی وجہ سے نہ صرف بعد کے زمانے میں آنے والے اہل علم و دانش کے لیے خاص جذابیت اور محبوبیت رکھتا ہے بلکہ ان کے معاصرین میں بھی بہت سے شعراء نے ان کی اسی طرز وروش کی پیروی کی۔ جو کہ ان کی فن و ہنر شعر فارسی پر چیرہ دستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) بندرابن داس خوشگو، سفینہ خوشگو، مرتبہ سید شاہ عطاء الرحمن عطاکاکوی، دفتر ثالث، (پٹنہ، بہار، ۱۹۵۹ء) او ۲۔

(۲) ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات در ایران، جلد پنجم، بخش دوم (تہران، انتشارات فردوس، ۱۳۷۳ش)، ۱۲۴۵۔

(۳) حسن انوشہ، دانشنامہ ادب فارسی، ادب فارسی در شبہ قارہ، عنوان مقالہ علی سرہندی، مقالہ نگار اختر رسولی، جلد چہارم، بخش دوم، (تہران: وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی ۱۳۸۰)، ۱۸۱۷۔

(۴) محمد غوث خان بہادر، تذکرہ گلزار اعظم، (بی جا، مطبعہ سرکاری، ۱۲۷۲ش)، ۶۶۔

(۵) محمد افضل سرخوش، کلمات الشعرا، بہ تصحیح صادق علی دلاوری، (لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، ۱۹۴۲م)، ۴۷۔

(۶) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۸۴ش)، ۵۔

(۷) حسن انوشہ، دانشنامہ ادب فارسی، ادب فارسی در شبہ قارہ، عنوان مقالہ علی سرہندی، مقالہ نگار اختر رسولی، جلد چہارم، بخش دوم، (تہران: وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ش)، ۱۸۱۷۔

(۸) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۸۴ش)، ۷۔

(۹) بندرابن داس خوشگو، سفینہ خوشگو، مرتبہ سید شاہ عطاء الرحمن عطاکاکوی، دفتر ثالث، (بہار، پٹنہ، ۱۹۵۹م)، ۲۔

(۱۰) میر غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام موسوم بہ سروِ آزاد، دفتر ثانی، تصحیح عبد اللہ خان، بہ اہتمام مولوی عبد الحق، (حیدر آباد دکن: کتب خانہ آصفیہ، ۱۹۱۳م)، ۲۶۰۔

(۱۱) محمد قدرت اللہ گوپاموی، تذکرہ نتائج الافکار، تصحیح یوسف بیگ بابا پور، (نشر مجمع ذخائر اسلامی، قم، ۱۳۸۷ش)، ۵۲۰۔

(۱۲) محمد حسین آزاد، نگارستانِ فارس، (لاہور: کریمی پریس، ۱۹۲۳ء)، ۱۶۰۔

(۱۳) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۸۴ش)، ۸۔

(۱۴) میر غلام علی آزاد بلگرامی، مآثر الکرام موسوم بہ سروِ آزاد، دفتر ثانی، تصحیح عبد اللہ خان، بہ اہتمام مولوی عبد الحق، (حیدر آباد دکن: کتب خانہ آصفیہ، ۱۹۱۳م)، ۱۳۰۔۱۳۱۔

(۱۵) محمد افضل سرخوش، کلمات الشعرا، بہ تصحیح صادق علی دلاوری، (لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، ۱۹۴۲م)، ۷۵۔

(۱۶) حسن انوشہ، دانشنامہ ادب فارسی، ادب فارسی در شبہ قارہ، عنوان، مقالہ علی سرہندی، مقالہ نگار اختر رسولی، جلد چہارم، بخش دوم، (تہران: وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، ۱۳۸۰ش)، ۱۸۱۷۔

(۱۷) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۸۴ش)، ۲۳۔

(۱۸) دکتر ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات در ایران، جلد پنجم، بخش دوم، (تہران: انتشارات فردوس، ۱۳۷۳ش)، ۱۳۴۲۔

(۱۹) علی ابراہیم خان خلیل بنارسی، صحفِ ابراہیم، بخش معاصران، بہ تصحیح میر ہاشم محدث، (بی جا: انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، ۱۳۸۴ش)، ۱۸۵۔۱۸۶۔

(۲۰) ناصر علی سرہندی، دیوانِ ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۸۴ش)، ۱۶۔

(۲۱) شیر علی خان لودی، تذکرہ مرآۃ الخیال، (ہند: بمبئی، ۱۳۲۴ش)، ۲۴۸۔

(۲۲) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۸۴ش)، ۲۰۔

(۲۳) مولانا شبلی نعمانی، شعر العجم، حصہ سوم، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۳۲۵ھ)، ۲۱۔

(۲۴) ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، فارسی زبان و ادب، مجموعہ مقالات، (لاہور: مجلس ترقی ادب)، ۲۱۴۔

(۲۵) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۲، طبع اول، (لاہور: زیر اہتمام دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۹ء)، ۵۳۔۵۴۔

(۲۶) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۸۴ش)، ۴۱۔

(۲۷) ایضاً، ۷۹۔

(۲۸) کشن چند اخلاص، ہمیشہ بہار، مرتبہ دکتر وحید قریشی، (کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۳م)، ۱۶۳۔

(۲۹) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۸۴ش)، ۳۶۔

(۳۰) ایضاً، ۱۲۷۔

(۳۱) ایضاً، ۲۰۱۔

(۳۲) دکتر ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات در ایران، جلد پنجم، بخش دوم، (تہران: انتشارات فردوس، ۱۳۷۳ش)، ۱۳۴۱۔

(۳۳) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، ۳۴۔

(۳۴) ایضاً، ۱۷۰۔

(۳۵) مقبول بیگ بدخشانی، تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، جلد چہارم، فارسی ادب دوم، (لاہور: ناشر: گروپ کیپٹن سید فیاض محمود، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۱ء)، ۳۹۰۔

(۳۶) شیخ احمد علی خان سندیلوی، مخزن الغرایب، مصحح دکتر محمد باقر، جلد ۴ (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۶۸م)، ۲۸۷۔

(۳۷) شیخ اکرام الحق، شعر العجم فی الہند، (لاہور: اشرف پریس، ۱۹۶۱ء)، ۱۰۸۔

(۳۸) ناصر علی سرہندی، دیوانِ ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، ۳۰۔

(۳۹) مقبول بیگ بدخشانی، تاریخ ادبیاتِ مسلمانان پاکستان و ہند، جلد چہارم، فارسی ادب دوم، (لاہور: ناشر: گروپ کیپٹن سید فیاض محمود، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۱ء) ۳۹۰۔

(۴۰) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، ۳۸۔

(۴۱) ایضاً،۳۵۔

(۴۲) ایضاً،۱۲۷۔

(۴۳) شیخ اکرام الحق،شعر العجم فی الہند،(لاہور:اشرف پریس،۱۹۶۱ء)،۱۱۴۔

(۴۴) ناصر علی سرہندی،دیوان ناصر علی سرہندی،بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی،۳۳۔

(۴۵) سراج الدین علی خان آرزو،تذکرہ مجمع النفایس ، بہ تصحیح دکتر مہر نور محمد خان،جلد دوم،(اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان،۱۳۸۵ش)،۱۰۸۔۱۰۹۔

(۴۶) شیخ اکرام الحق،شعر العجم فی الہند،(لاہور:اشرف پریس،۱۹۶۱ء)،۱۱۶۔

(۴۷) ناصر علی سرہندی،دیوان ناصر علی سرہندی،بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی،۴۵۔

(۴۸) ڈاکٹر سید محمد عبداللہ،فارسی زبان و ادب، مجموعہ مقالات،(لاہور: مجلس ترقی ادب)،۲۲۰۔

(۴۹) ناصر علی سرہندی،دیوان ناصر علی سرہندی،بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی،۳۲۔

(۵۰) ڈاکٹر سید محمد عبداللہ،فارسی زبان و ادب، مجموعہ مقالات،(لاہور: مجلس ترقی ادب)،۲۲۰۔۲۲۱۔

(۵۱) ناصر علی سرہندی،دیوان ناصر علی سرہندی،۸۲۔

(۵۲) شیخ اکرام الحق،شعر العجم فی الہند،۱۱۹۔

(۵۳) علی ابراہیم خان خلیل بنارسی، صحف ابراہیم،بخش معاصران بہ تصحیح میرہاشم محدث،(بی جا: انجمن آثار و مفاخر فرہنگی،۱۳۸۴ش)،۱۸۵۔

(۵۴) ناصر علی سرہندی،دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی ۳۶۔

(۵۵) ایضاً،۱۰۴۔

(۵۶) شیخ اکرام الحق،شعر العجم فی الہند،(لاہور:اشرف پریس،۱۹۶۱ء)،۱۲۰۔

(۵۷) شاہنواز خان عبدالرزاق خوافی،بہارستان سخن، گورنمنٹ اورینٹل سیریز،(مدراس،۱۹۵۱ء)،۲۰۸۔

(۵۸) ناصر علی سرہندی،دیوان ناصر علی سرہندی،بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی،۹۱۔

(۵۹) ڈاکٹر سید محمد عبداللہ،فارسی زبان و ادب، مجموعہ مقالات،۲۱۹۔

(۶۰) ناصر علی سرہندی،دیوان ناصر علی سرہندی،بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی،۳۹۔

(۶۱) ایضاً،۳۰۔

(۶۲) ایضاً،۴۴۔

(۶۳) ایضاً،۹۱۔

(۶۴) ایضاً،۱۰۸۔

(۶۵) شیخ اکرام الحق،شعر العجم فی الہند،(لاہور:اشرف پریس،۱۹۶۱ء)،۱۲۳۔

(۶۶) ناصر علی سرہندی،دیوان ناصر علی سرہندی،بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی،۱۱۷۔

(۶۷) ایضاً،۶۰۔

(۶۸) شیخ اکرام الحق،شعر العجم فی الہند،۱۲۳۔

(۶۹) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، ۲۰۶۔

(۷۰) دکتر ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات در ایران، جلد پنجم، بخش دوم، (تہران: انتشارات فردوس، ۱۳۷۳ش)، ۱۳۴۳۔

(۷۱) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، ۴۶۔

(۷۲) ایضاً، ۹۸۔

(۷۳) ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، فارسی زبان و ادب، مجموعہ مقالات، (لاہور: مجلس ترقی ادب)، ۲۱۹۔

(۷۴) ایضاً، ۲۲۰۔

(۷۵) ناصر علی سرہندی، دیوان ناصر علی سرہندی، بہ تصحیح دکتر رشیدہ حسن ہاشمی، ۷۴۔

BIBLIOGRAPHY

- Abdullah, Dr Syed Muhammad, *Fārsī Zubān-o Adab, Majm'a Maqālāt*, (Lahore Majlis Tarqqi Adab)
- Abdur Razzak Khawafi, Shah Nawaz Khan, *Baharistān-e Sukhan*, Government Oriental series, (Madras, 1951 A.D)
- Ali Sirhindi, Nasir, *Dewan Nasir Ali Sirhindi*, ba tasheh Dr. Rashida Hassan Hashmi, (Islamabad: Markaz Tahqiqat Farsi Iran va Pakistan, 1385 H.S).
- Anusha, Hassan, *Daneshnama Adab-e-Farsi*, Adab-e-Farsi Dar Shibh-kara, Unwan Maqala: Ali Sirhindi, Maqala nigar: Akhtar Rasooli, jild Chaharum, Bukhsh Dowum, (Tehran: Wazarat Farhang-wa-Irshad Islami, 1380H.S)
- Arzoo, Siraj-al Deen Ali Khan, *Tazkara Majma al-Nafaees*, ba tasheh Dr. Mehar Noor Muhammad Khan, Jild:2, (Islamabad: Markaz Tahqiqat Farsi Iran va Pakistan, 1385H.S)
- Azad Bilgarami, Mir Ghulam Ali, *Maasar-ul-Ikram*, Mosum ba Sarv-e-Azad, Daftar-e-sani, Tasheh Abdullah Khan, Ba ahtamam Molvi Abdul Haq, (Haider Abad Daccan: Kutab Khana Asfiya, 1913 A.D)
- Azad Muhammad Hussain, *Nigaristan-e-Faris*, (Lahore: Kareemi Press, 1923A.D)
- Badakhshani, Maqbool Baig, *Tarikh-e-Adbeyat Musalmanan-a-Pakistan wa-Hind*, jild Panjum, Buksh Dowum, (Lahore: Nashir: Captian Syed fiaz Mahmood, Punjab University Lahore, 1971 A.D)
- Bahadur, Muhammad Ghus Khan, *Tazkara Gulzar-a-Azam*, (be ja: Matba Sarkari, 1272H.S)
- Gopamvi, Muhammad Qudrat Ullah, *Tazkara Nataeej-ul-Afkar*, Tasheh Yousaf baig Babapur (Qum: Nashar Majma Zakhayeer Islami, 1387H.S)
- Ikram-ul-Haq, *Sh'r-ul-Ajam Phil Hind*, (Lahore: Ashraf press, 1961A.D)

- Khalil Banarsi, Ali Ibrahim Khan, *Sahaf-ay-Ibrahemi*, Buksh Maasaran ba tasheh Mir Hashim Muhaddis, (Be ja : Anjuman Asar-o-Mufakhir Farhangi, 1384H.S)
- Khushgo, Bandra Bin Das, *Safeeneh Khushgo*, (Comp.) Ata-ur-Rahman Ata Kakoui, daftar Salis, (Bahar: Patna, 1959 A.D)
- Lodhi, Sher Ali Khan, Tazkara Mera-tul-khayal, (Hind: Bombay, 1324H.S)
- Naumani, Moulana Shibli, *Sher-ul-Ajam*, Hissa Sivwom, (Islamabad: National Book Foundation (1325H.S)
- Safa, Dr. Zabih Ullah, *Tarekh Adbeyat Dar Iran*, Jild panjum, Bakhsh Dowum, (Tehran: Intisharat Firdous, 1373H.S)
- Sindhalvi, Sheikh Ahmad Ali Khan, *Maghzan-ul-Gharaib*, Mossahah Dr. Muhammad Baqir, Jild 4, (Islamabad, Markaz Tahqiqat Farsi Iran-va-Pakistan, 1968A.D)
- Sirkhush, Muhammad Afzal, *kalmat-ul-shura*, ba tasheh sadiq Ali Dilawar, (Lahore: Sheikh Mubarak Ali and Sons, 1942A.D)
- *Urdu Daira Maarif Islamia*, Jild 22, tabah Awal, (Lahore: zeer-a-ahtemam Daneshgah Punjab, 1989A.D)

❖❖❖